امام علیؑ رضاؑ، حیات وخدمات

فرح ادیبہ، دہلی یونیورسٹی

امام علی رضاؑ شیعوں کے فرقہ اثنا عشریہ کے آٹھویں امام تھے۔۱ حضرت امام علی رضاؑ کی ولادت ۱۱؍ ذیقعدہ ۱۴۸ھ کو مدینہ منوّرہ میں ہوئی۔۲ وہ بہت بڑے عالم اورنہایت عابد وزاہد شخص تھے۔ علاّمہ عبید اللہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن عباس کا قول ہے کہ" میں نے امام علی رضاؑ سے بڑا عالم نہیں دیکھا ہے۔۳ علامہ شہیر لکھتے ہیں کہ آپ اشرف المخلوق زمانہ تھے۔ ۴ علاّمہ بن شافعی لکھتے ہیں کہ آپ بارہ اماموں میں سے تیسرے "علی" ہیں۔ آپ کا ایمان بلند تھا اور آپ کے امکانات کرم نہایت وسیع تھے۔ آپ کے مددگار بے شمار اور آپ کے براہین شرف وامامت نہایت روشن تھے اس وجہ سے خلیفہ وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنے دل میں جگہ دی، اپنی حکومت میں شریک قرار دیا،خلیفۂ حکومت بنایا اور اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ کردی، آپ کے مناقب وصفات نہایت بلند، آپ کے مکارم اورآپ کے اخلاق نہایت عظیم تھے۔۵

امام علیؑ رضاؑ کے دور امامت کا آغاز:

امام رضا علیہ السلام نے عہدطفولیت اور جوانی کا زمانہ مدینہ میں اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شفقتوں کے سایہ میں گذارا اور براہ راست اپنے پدر بزرگوار سے اسرار امامت کی تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ امامت جیسے عظیم الٰہی منصب کو حاصل کرنے کی استعداد سب پر عیاں ہوگئی۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی بارہا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے" میرے بعد میرا بیٹا رضا میرا جانشین وامام ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید کے قید خانہ میں ۱۸۳ھ میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ منصب امامت پر فائز ہوئے۔ امام علی رضا علیہ السلام کا بیس سال دور امامت، دس سال ہارون الرشید کے آخری زمانہ میں، پانچ سال امین بن ہارون الرشید کے زمانۂ حکومت میں اور آخری پانچ سال مامون الرشید کے دور اقتدار میں گذرا۔۶

محمد بن سنان کہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام اپنے پدربزرگوار کی شہادت کے بعد مدینہ میں نشرعلوم ومعارف اور عبادت وطاعت پروردگار میں مشغول رہے۔ مدینہ میں بھی ان کے چاہنے

والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی اور ان لوگوں کی ہدایت ورہنمائی میں وہ ہمہ تن سرگرم رہا کرتے تھے بظاہر ہارون نے بھی کوئی رخنہ ایجاد نہیں کیا تھا۔ شاید ہارون نے امام رضا علیہ السلام پر اس لیے زیادہ سختیاں نہیں کی تھیں کیونکہ علویوں اور شیعوں کے علاوہ خیر اندیش مسلمانوں کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت میں ہارون الرشید کا ہاتھ تھا۔اب اگر وہ امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتا جو آپ کے والد کے ساتھ کیا تھا تو شورش برپا ہونے کا خطرہ تھا اور کچھ شہروں میں بغاوت کا سلسلہ شروع بھی ہوچکا تھا۔ خاص کر مشرقی ایران میں شورشیں برپا ہوچکی تھیں اور فوج و پولیس کے افسر اپنی تمام بربریت کے باوجود شورشوں کو کچلنے میں ناکام رہے تھے۔ حالات قابو سے باہر ہوتے جارہے تھے کہ ایک روز ہارون الرشید اپنے وزیروں اورصلاح کاروں سے مشورہ کے بعد حکومت کے خلاف باغیانہ انقلابی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے ایران کی طرف روانہ ہوگیا۔

مامون کا مربّی بڑا ہی ذہین تھا۔ وہ امین، زبیدہ ،بنی ہاشم اور بنی عباس کے افکار کو بخوبی سمجھتا تھا ۔اس کی نظروں میں مستقبل کا یہ نقشہ گردش کررہا تھا کہ ہارون کے بعد مامون کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی ۔لہٰذا اس نے مامون سے کہا کہ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ خراسان چلے جائیں۔ اسی میں بہتری ہے۔ ہارون پہلے تو مامون کو اپنے ساتھ لے جانے پر راضی نہیں تھا لیکن جب مامون نے اپنے مربّی کی پڑھائی ہوئی باتیں ہارون نے گوش گزار کیں تو اس نے امین کو بغداد میں چھوڑ کر اور خود مامون کو ساتھ لے کر ایران چلا گیا۔ وہاں جاکر سازشوں کو کچل دیا لیکن وہ اس سفر میں بیمار ہوگیا اور طوس میں ۱۸۳ھ میں اس کی وفات ہوگئی۔ ۷

ہارون الرشید کے بعد لوگوں نے بغداد میں امین کے ہاتھ پر بیعت کرلی ۔تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کردیا اور اس کی جگہ اپنے چند ماہ کے بچے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا۔ اور مامون کو خراسان سے بغداد طلب کیا لیکن وہ بغداد نہیں آیا اور خراسان میں فوج جمع کرلی۔ بغداد سے امین نے فوج روانہ کی، دونوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ مامون کی فوج کی مستقل فتح ہورہی تھی اور امین کی فوج ہار رہی تھی مگر امین حالات کی نزاکت کو صحیح طریقہ سے نہیں سمجھ پارہا تھا ۔آخر کار مامون کی فوج نے بغداد کا بھی محاصرہ کرلیا اور چند روز کے اندر اندر خود امین کو اس کے قصر میں قتل کردیا گیا۔

مامون امین کو قتل کرنے کے بعد یہ سوچتا تھا کہ اب راستہ صاف ہے، کوئی خطرہ نہیں ہے وہ سکون واطمینان کے ساتھ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوگا۔ لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی وہ اپنی کارستانیوں اور اپنے حاکموں کی کارگردگی کے نتیجہ میں پھیلنے والی نفرت کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ مامون وامین کے درمیان خونریز جنگ کے بعد ایرانی ، عباسیوں سے بدظن ہوگئے تھے اور ان کا رجحان علویوں کی طرف ہوگیا تھا۔ مامون کو مسند حکومت پر بٹھانے والے خراسانی بھی اس سے ناخوش تھے اس موقع سے علویوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی فعالیت میں اضافہ کردیا۔ رفتہ رفتہ ملک کے گوشہ وکنار سے علویوں کی شورشوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اکثر لوگوں نے ان شورشوں کے قائدین کی تائید کی اور ان کی دعوت کو قبول کرلیا دوسری طرف مامون کے مقرر کردہ حکام کی ستائی ہوئی عوام بھی شورشوں کی ہمنوائی کرنے پر مجبور ہوگئی۔ ان حالات کے پیدا ہوجانے سے مامون سمجھ گیا کہ اگر یہی روش برقرار رہی تو حکومت تو بچے گی نہیں، ساتھ میں جان کے لالے پڑجائیں گے چنانچہ اس گرداب سے نکلنے کے لئے اس نے امام رضاؑ کا سہارا لیا۔ ۸

تمام مؤرخین شیعہ واہلسنت کا درج ذیل باتوں پر اتفاق ہے کہ:

۱۔ مامون نے امام علی رضاؑ کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔

۲۔ عباسیوں کا سیاہ قومی لباس مامون نے منسوخ کردیا تھا اور علویوں کا سبز قومی لباس اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔

۳۔ ۲۰۲ھ میں مامون نے اپنی بیٹی ام حبیبہ کی شادی امام علی رضاؑ سے کی تھی۔ ۹

حضرت امام علی رضاؑ کو ولی عہد مقرر کرنے کے کیا اسباب تھے ہمیشہ یہ بات بحث گفتگو رہی ہے۔ مامون مذہبی اعتبار سے یہ یقین رکھتا تھا کہ خاندان ''علیؑ''، ''خاندان عباس'' سے زیادہ خلافت کا مستحق ہے یا اس نے اپنی سیاسی حکمت عملی کو مذہبی رنگ دے دیا تھا ،جس سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس سے خراسانیوں کی حمایت اور دوستی حاصل کی جائے، جن کے دل شیعی معتقدات اور علویوں کے ساتھ عقیدت سے معمور تھے۔ دوسری اہم بات جس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ مامون پر ایرانی رجحانات کا اثر تھا کیونکہ اس کی ماں اور بیوی دونوں کا تعلق ایران سے تھا اور مامون شیعت کے گہوارہ میں جوان ہوا تھا اس لئے قدرتی طور پر وہ ایرانیوں سے متاثر تھا۔

یہی وجہ ہے کہ بعض تاریخی مآخذ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مامون کی دوستی علویوں کے ساتھ حقیقی تھی۔ مامون کے بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ وہ شیعی معتقدات میں بہت کٹّر تھا۔ اسی وجہ سے وہ امام علی رضاؑ کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا اور اس کام کے لئے ان نے بڑی جدوجہد بھی کی۔ ان کے نام سے اس نے درہم جاری کیے تھے اور اس کے ساتھ منبروں پر خطبہ میں امام علی رضاؑ کا نام لیا جاتا تھا۔ مامون نے امام علی رضاؑ سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کر دیا تھا۔۱۰ اس امر پر تمام شیعی اور سنی مؤرخین متفق ہیں کہ مامون علویوں سے بڑی شرافت اور رواداری سے پیش آتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ خلافت ان سے غصب کر لی گئی ہے۔ وہ علویوں کے اس حسن وسلوک کا اعتراف کرتا تھا جو انہوں نے عباسیوں کے ساتھ کیا تھا۔ سیوطی کا بیان ہے کہ ایک روز مامون سے پوچھا گیا کہ علویوں کے ساتھ آپ کے حسن وسلوک کی کیا وجہ ہے؟ مامون نے جواب دیا، میں نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے وہ اس لیے کیا ہے کہ انہوں نے میرے آباء واجداد کے ساتھ احسانات کیے تھے۔خلفای ثلاثہ کے دور حکومت میں بنی ہاشم کو عملاً اقتدار سے دور رکھا گیا لیکن جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عبد اللہ بن عباس کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ عبیداللہ کو یمن کا والی مقرر کیا، معبد کو مکہ کا گورنر مقرر کیا اور قثم کو بحرین کا والی مقرر کیا اور کوئی ممتاز بنی عباسی ایسا باقی نہیں رہا جسے کوئی نہ کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا گیا ہو۔علی بن ابی طالبؑ کے یہ احسانات ہمارے اوپر ہیں جن کا بدلہ میں نے ان کی اولاد کو اپنے احسانات سے دیا ہے۔لیکن بعض دوسرے مآخذوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون اور علی رضاؑ کے درمیان باہمی تعلقات کبھی بھی مخلصانہ اور خوشگوار نہیں تھے، اگرچہ زاویہ نگاہ صحیح مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ علویوں کے معاملے میں مامون کی پالیسی ایک سیاسی حکمت عملی تھی جسے اس نے ایک مذہبی رنگ دے دیا تھا اور اس کا اصل مقصد، خراسانیوں کی حمایت حاصل کرنا تھا جن کے دلوں میں علویوں کے محبت رچی ہوئی تھی اور واضح الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہوا کہ مامون یہ چاہتا تھا کہ علویوں کو اپنی طرف سے مطمئن کر دیں تا کہ خراسانی عنصر کی پشت پناہی حاصل کر سکے، ورنہ دل سے وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ خلافت علویوں میں منتقل ہوجائے یہ حکمت عملی اس نے محض سیاسی تقاضوں اور ملکی مصلحتوں کی وجہ سے اختیار کی تھی یہی وجہ تھی کہ جب حالات سازگار ہوگئے تھے اس وقت اس نے امام علی رضاؑ کو راستے سے ہٹا دیا۔۱۱

مامون اور شہادت امام علی رضاؑ

امام علی رضاؑ کی شہادت کے حالات کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف رائے ہے، بعض کا بیان ہے کہ مامون نے انگور کے خوشہ میں یا کسی شربت میں زہر کی آمیزش سے ان کو شہید کرادیا۔ محمد بن نعمان کا بیان ہے کہ مامون نے اپنے ایک خاص آدمی کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ناخن بڑھالے اور اس بارے میں کسی کو نہ بتائے، ناخن بڑھا کر وہ شخص مامون کی خدمت میں حاضر ہوا تو مامون نے جھڑ بیری کے بیر اسے دئے اور کہا اپنے ہاتھوں سے مل کر انہیں نچوڑ لو، اس نے اس پر عمل کیا کچھ دیر بعد امام علی رضاؑ مامون کے پاس حاضر ہوئے اور مامون نے دوران گفتگو کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے انہیں غصہ آگیا۔ مامون نے اپنے ایک غلام کو آواز دی اور حکم دیا کہ امام علی رضاؑ کے لئے انار کا شربت لے آؤ وہ شربت لیکر حاضر ہوا تو مامون نے یہ شربت اپنے ہاتھ سے امام علی رضاؑ کو دے دیا جسے انہوں نے پی لیا اس واقعہ کے دو روز بعد امام علی رضاؑ کا انتقال ہوگیا۔

آپ کی وفات پر مامون نے بڑے شدید حزن وملال کا اظہار کیا۔ غرض مامون اپنی سیاسی حکمت عملی میں کامیاب ہوا۔ اور امام علی رضاؑ کو سناباد میں دفن کیا گیا جو طوس کا ایک بڑا شہر تھا۔ ہارون الرشید بھی اسی جگہ دفن ہے۔ امام علی رضاؑ کے بعد مامون نے اپنے بیٹے محمد کو ولی عہد مقرر کیا اور عباسیوں کا قومی شعار، سیاہ لباس پھر جاری کردیا۔ اور ماتم انگیز تاریخی ڈرامہ کا خاتمہ حضرت امام علی رضاؑ کو دھوکہ سے شہید کرا کے ہوا تھا۔ [۱۲]

منابع:

۱۔مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، جلد اول، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، ص ۳۷۰

۲۔ ارشاد، شیخ مفید، جلد ۲، ص ۵۹۱ر اصول کافی، محمد یعقوب کلینی، جلد ۲، ص ۴۰۲

۳۔ارجح المطالب، ص ۲۵۵

۴۔ چودہ ستارے، مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی، ص ۴۱۸

۵۔مطالب السؤل ص ۲۵۲

۶۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام، نثار احمد زینپوری، ص ۲۷

۷۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام، نثار احمد زینپوری، ص ۲۰

۸۔حضرت امام علی رضا علیہ السلام، نثار احمد زینپوری، ص ۳۱۔۳۳
۹۔تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی، مترجم بہ مولانا حکیم شبیر احمد صاحب انصاری، ص ۳۸۰
۱۰۔مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، جلد اوّل ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، ص ۲۸۲
۱۱۔تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی، ص ۲۰۵
۱۲۔مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، جلد اوّل، ص ۳۸۱، ۔۳۸۳